دیوان حافظ مترجم

اردو ترجمہ پر ایک نظر

از مولانا ابو محفوظ الکریم معصومی - ایم - اے پرفیسر حدیث و تفسیر مدرسۂ عالیہ
کلکتہ

اردو میں دیوان حافظ کے کئی ایک ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے بعض کی اشاعت اس وقت ہوئی تھی جبکہ فارسی زبان و ادب کا روایتی ذوق ایک حد تک لوگوں میں موجود تھا۔ آج کل کی فضا ترجمہ کے لئے کچھ زیادہ ساز گار ہے۔ اور اردو زبان و ادب کا دامن رنگا رنگ بیل بوٹوں سے سج رہا ہے۔ لیکن ترجموں کا سیل رواں جس تیزی سے امنڈا چلا آتا ہے اس کا بھیانک پہلو یہ ہے کہ عربی و فارسی ماخذوں سے راست استفادہ کی صلاحیتوں کو کہیں ترجمہ کی دیا گھُن کی طرح نہ کھا جائے۔ بہر حال کسی شاعر کے کلام کا ترجمہ اگر ہوا بھی تو اس سے بنیادی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ دینیات کے اصولی مراجع و ماخذ کے عامیانہ ترجموں کے نتیجہ میں اس قسم کا اندیشہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر خود ترجمہ کی صحت اور قدر و قیمت کا مسئالہ الگ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مترجم کی حیثیت سے جب کسی مستند اور پختہ کار شخص کا نام نظر آتا ہے تو یک گونہ اطمینان ہوتا ہے کہ ترجمہ کا معیار قائم رہا ہوگا اور ذمہ داریوں سے نبٹنے میں مترجم نے حتی الوسع کامیابی حاصل کی ہوگی۔ اگرچہ اکثر و بیشتر صورتوں میں تراجم کا علمی جائزہ لینے کے بعد حسن ظن کا کم از کم مجروح ہونا ایک عام بات ہے۔

پچھلے چند برسوں کے اندر دیوان حافظ کے اس ترجمہ کو خاص مقبولیت ہوئی۔

جو مولانا قاضی سجاد حسین صاحب پرنسپل مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی کی کاوشوں سے فارسی ادب اور خصوصاً خواجہ حافظ شیرازی کے شیدائیوں کو میسر آیا۔ اس ترجمہ کی خصوصیت اور خود خواجہ کا فیضان لسان الغیبی کہنا چاہئے۔ کہ دونوں کا ملا جلا اثر یہ ہے کہ اب تک اس ترجمہ کے کئی ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں۔ جو یقیناً نیک شگون ہے۔

قاضی صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، ان کے رشحات قلم کے انتساب کے بعد ترجمہ کی صحت، روانی اور برجستگی میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ حاشیہ پر موقع و محل کے ساتھ مختصر اور مفید اشارات بھی ملتے ہیں۔ کچھ دنوں پہلے فرصت کے لمحات میں اس ترجمہ کا تیسرا ایڈیشن حسن اتفاق سے سامنے آگیا۔ میرے لئے یہ پہلا موقع تھا، لہذا سرسری طور پر اس کی ورق گردانی شروع کی۔ خلاف توقع کچھ مقامات ایسے بھی نظر آئے جہاں قاضی صاحب کے ترجمہ سے مجھکو اتفاق نہ ہو سکا۔ ذیل میں ان مقامات کی نشاندہی کے ساتھ اپنا ناقص خیال پیش کر رہا ہوں۔ اور بعض غزلیات میں جو عربی کے سالم ابیات یا مصرعے ملتے ہیں ان کی تصحیفات سے بھی نبٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ فیصلہ اہل ذوق کے ہاتھوں ہے۔ ویسے ایک ضخیم دیوان کے ترجمہ میں گنتی کے چند مقامات میں کسر رہنا معمولی بات ہے جس سے اس معیاری ترجمہ کی اہمیت نہیں گھٹتی۔ بہرحال اصل شعر یا مصرعہ کے ساتھ تحت اللفظی ترجمہ بقید صفحات اس کے بعد اپنا خیال علامت (م) کے تحت درج ذیل ہے۔

(۱) صفحہ ۲۹ الا یا ایہا الساقی ادر کاساً وناولہا

ت : آگاہ اے ساقی پیالے کا دور چلا، اور وہ دے

م: ہاں اے ساقی بھرے جام کا دور چلا اور اسے بڑھا تا رہ۔ ترجمہ میں چند باتیں غور طلب ہیں۔ (۱) آگاہ کا لفظ کافی بوجھل معلوم ہوتا ہے اس کی جگہ (ہاں) پورے معنی ادا کرتا ہے۔ اور بظاہر ہلکا اور رواں ہے۔ (۲) وہ شے

شعیشہ ہے جس سے روانی میں فرق آگیا پھر (نادلہا) کو مسلسل دیتے رہنے سے جو تعلق ہے وہ اسی طرح ادا ہوسکتا ہے کہ (دہ دے) کی جگہ (اسے بڑھاتا رہ یا دیتا رہ) کہیں۔

(۳) عربی زبان میں (کاس) بھرے پیالے کو کہتے ہیں۔ احمد بن محمد الفیومی (م ۷۷۰ھ) نے صراحت کی ہے۔ ولا تسمی کاسا الا وفیہا الشراب (المصباح المنیر: ج ۲ ص ۸۳ مصر ۱۹۰۹ء) یعنی جب تک پیالہ میں مشروب نہ ہو۔ اس کو کاس نہیں کہتے۔ اگرچہ فیروزآبادی کے بیان کے ایک جز سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیالہ میں مشروب کا ہونا (کاس) کہلانے کے لئے ضروری نہیں۔ لیکن عربوں کے کلام سے فیومی کی تائید ہوتی ہے، الاعشی کا مشہور شعر ہے

وکاس شربت علی لذۃ واخری تداویت منہا بہا

غرض ترجمہ میں اس کا لحاظ رکھنا فائدہ سے خالی نہیں۔

(۲) صفحہ ۲۹: متی ماتلق من تہوی دع الدنیا واہملہا

ت: جب تیری محبوب سے ملاقات ہو تو دنیا کو چھوڑ اور اس کو ترک کردے۔

م: ترجمہ میں (متی) کو (اذا) شرطیہ کا ہم معنی قرار دیا گیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اسے ظرف رہنے دیا جائے اور ترجمہ یوں کیا جائے: "کب! تیری ملاقات محبوب سے ہوگی؟ دنیا کو چھوڑ اور اسکو تج دے"۔ یعنی ترک دنیا کے بغیر وصال محبوب ممکن نہیں فاضل مترجم نے مزید توضیح یوں کی ہے (محبوب کے مشاہدہ کے وقت دنیا وما فیہا سے غافل ہوجانا چاہئے)۔ حالانکہ بات سیدھی سی ہے کہ محبوب کا مشاہدہ مطلوب ہے تو پہلے دنیا و مافیہا سے کنارہ کش ہوجانا چاہئے۔

(امہلہا) بہ تقدیم (میم) لکھا ہے جیسا کہ عام نسخوں میں ملتا ہے۔ لیکن معتبر اور قدیم تر نسخوں میں (اہملہا) بہ تقدیم ہائے ہوز ملتا ہے جو بالکل صحیح ہے اور اسی کا ترجمہ ہے (اس کو ترک کردے)، امہال بہ تقدیم میم کے معنی موقع دینے یا مہلت دینے کے ہیں۔ یعنی مطلق ترک کرنے کے معنوں میں (امہال) نہیں آتا۔ بلکہ ڈھیل دینے یا

مہلت دے کر طلب کرنے کے معنی میں آتا ہے، الفیومی کی تصریح ہے: امھلتہ امھالا انظرتہ واخرت طلبہ (المصباح: ج ۲ ص ۹۰۱) ظاہر ہے کہ ترک علائق دنیوی کے سلسلہ میں یہ لفظ چسپاں نہیں ہو سکتا۔ لہذا۔ اھملھا۔ بہ تقدیم ہائے ہوز کے درست ہونے میں شک نہیں۔ میم کی تقدیم تصحیف ہے جو متن میں علی حالہ رہ گئی ہے۔ اس کا اگر اعتبار کیجئے تو ترجمہ غلط ہوا اور اگر ترجمہ کو برقرار رکھئے تو متن میں تصحیف باقی رہی۔ اس طرح برموقع ترجمہ صحیح ہے لیکن متن محرف۔

(۳) صفحہ ۳: دل خرابی میکند دلدار را آگہ کنید زینہار اے دوستاں جان من وجان شما

ت: دل خرابی پیدا کر رہا ہے، محبوب کو آگاہ کردو، ضرور اے دوستو! تمہیں میری اور تمہاری جان کی قسم۔

م: (زینہار) کے موقع استعمال مختلف ہیں۔ یہ موقع حسرت اور افسوس کا ہے۔ صرف تاکید کا محل اگر قرار دیتے ہیں تو کچھ زیادہ معنویت پیدا نہیں ہوتی، اور اسے تسلیم بھی کرلیں تو تاکید کا اظہار قسم کے لفظ سے ہو جاتا ہے، اس طرح (ضرور) کا لفظ بھرتی کا معلوم ہوتا ہے

(۴) صفحہ ۳: روزے تفقدے کن درویش بے نوا را

ت: کسی دن بے سامان فقیر پر مہربانی کر۔

م: کسی دن بے سامان فقیر کی بات پوچھ لے۔ اس طرح (تفقد) کا پورا مفہوم ادا ہو جاتا ہے، صاحب قاموس کی تصریح ہے۔ افتقدہ۔ وتفقدہ: اذ اطلبہ عند غیبتہ اھ کسی کے غائبانہ اس کی بابت پوچھنا افتقاد و تفقد کے معنی ہیں۔

(۵) صفحہ ۳: در رقص، حالت آرد پیران پارسا را۔

ت: نیک بزرگوں کو رقص میں لے آئے گا

م پاک باز بوڑھوں کو رقص میں لے آئیگا

(۶) صفحہ ۳: اے صبا گر بجوانان چمن باز رسی

ت: اے صبا چمن کے جوانوں کے پاس سے اگر تیرا گذر ہو۔

م: باز رسیدن' کے پورے معنی کی رعایت سے (پھر جو تیرا گذر ہو) کہنا چاہیئے۔

(۷) صفحہ ۳۶: ترسم کہ صرفۂ نبرد روز باز خواست + نان حلال شیخ ز آب حرام ما

ت: مجھے اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن ۔کہیں غلبہ حاصل نہ کرلے شیخ کی حلال روٹی ہمارے حرام پانی سے۔

م: ترجمہ میں شعر کا مطلب الٹ دیا گیا ہے ۔شاید اسی موقعہ کے لئے کہا گیا ہے۔ (شعر مرا بمدرسہ کہ برد) مزید توثیق حاشیہ کی عبارت سے ہوتی ہے کہ (راہ عشق میں کوتاہی کی وجہ سے کہیں ہم مغلوب نہ ہوجائیں) بہرحال کہنا یہ چاہیئے کہ راہ عشق میں ہماری رندی، عجب نہیں کہ شیخ کی پارسائی پر غالب آجائے۔ ترجمہ یوں کرنا تھا (مجھے اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن غلبہ نہ پاسکے گی شیخ کی حلال روٹی ہمارے حرام پانی پر)

انہی معنوں میں خواجہ کا ارشاد دوسری غزل میں ہے۔

زاھد غرور داشت سلامت نبرد راہ رند از رہ نیاز بدار السلام رفت (ص ۸۶ زیر نظر ایڈیشن)

(۸) صفحہ ۳۶: گو نام ما ز یاد بعمدا چہ می بری

ت: کہدینا جان بوجھ کر ہمارا نام یاد سے کیوں بھلاتا ہے۔

م: (یاد سے) بھرتی کا ہے۔ (از یاد بردن) کے معنی ہیں بھلانا۔ علاوہ برایں (بعمدا) الف پر تنوین کے ساتھ غالبا عربی کی رعایت سے ہے۔ لیکن عربیت کا خیال کیجئے تو سرے سے الف کی یہاں گنجائش نہیں نکلتی۔ تب یہ واقعہ ہے کہ فصحائے عجم نے اسکو اسی طرح الف کے ساتھ، اور اغلب یہ ہے کہ بلا تنوین استعمال کیا ہے۔ ترجمۂ تفسیر طبری (عہد سامان)، عنصر المعالی کی کتاب قابوس نامہ، اور خاقانی شروانی کے دیوان میں اس کا استعمال اسی طور پر ہوا ہے۔ خواجہ ہمارے علم میں چوتھے شخص ہیں۔

فصحائے عجم کا یہ تصرف قابل ذکر تھا لہذا یہاں عرض کر دیا گیا۔ خواجہ نے اسے کبھی اصل کے مطابق بدون الف بھی استعمال کیا ہے فرماتے ہیں :۔

از چہ لعجب میکشی تیغ جفا بجان من۔ (ص ۴۴۴۔ زیر نظر ایڈیشن

(۹) صفحہ ۳۶: ساغرمے در کفم نہ تاز سر برکشم این دلق ازرق فام را

ت: میرے ہاتھ میں شراب کا پیالہ دے تاکہ دماغ سے اس نیل گون گدڑی کو نکال دوں

م: میرے ہاتھ میں جام مے دے تاکہ اپنے سر سے نیلی گدڑی کو اتار پھینکوں۔

سر کا ترجمہ دماغ یہاں پر چسپاں نہیں ہے۔

(۱۰) صفحہ ۳۷: ساقی بگذار ازکف خود رطل گران را + تا خوش گذرانیم جہان گذران را

ت: اے ساقی بھاری پیمانہ اپنے ہاتھ سے چھوڑ دے۔ تاکہ ناپائدار دنیا کو ہم اچھی طرح گذار دیں۔

م: (اپنے ہاتھ سے چھوڑ دے) کی جگہ (اپنے ہاتھوں بڑھا) کہنا تھا، دست ساقی سے رطل گراں کی طلب ہے۔ یہاں پر (چھوڑ دے) کہنا ایسا ہے۔ جیسے ساقی سے کہیں (پیمانہ توڑ دے)۔ حافظ۔ تو خیر حافظ ہیں۔ کسی ادنیٰ شاعر کے تصور میں یہ بات نہیں آ سکتی۔

(۱۱) صفحہ ۳۹: تفقدے نکند طوطی شکرخا را

ت: شکر خور طوطی پر مہربانی نہیں کرتا۔

م: لفظ (تفقد) کے اصل معنی کے لحاظ سے (خبرگیری نہیں کرتا) کہنا چاہیے۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔ (نمبر ۴)

(۱۲) صفحہ ۴۰: عاشقی آموز اندر سوختن پروانہ را

ت: جلنے میں پروانہ سے عاشقی سیکھو۔

م: جلنے میں پروانہ کو عاشقی سکھا

(۱۳) صفحہ ۴۰: از زہد ریائی توبہ کردہ بیش ازاں + پس برو بکشائے آغوش برمیخانہ را

ت (دوسرا مصرع) پس جا آخری شب میں اس پر میخانہ کا دروازہ کھول دے

م: (جا) یا (اس پر) دو میں سے ایک حشو ہے اور بظاہر غلط

(۱۴) صفہ ۴۳: ہمچو ہاروتیم دائم مبتلائے عشق زار

کاش کہ ہرگز ندیدے دیدۂ ماروت را

م: متن میں (ہاروتیم) بہ ہائے ہوز ہے، ترجمہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ ہم اسے (ماروتیم) بہ میم صحیح سمجھتے اس کی دو وجہیں ہیں (۱) صنعت تجنیس (۲) ہاروت کی طرح ماروت پر مستقل شعر، ہونا چاہیئے۔

(۱۵) صفہ ۴۴: کے شدے ہاروت در چاہ زنخدانش اسیر

گر نگفتے شمۂ از حسن او ماروت را

ت: ہاروت اس کی ٹھوڑی کے کنوئیں میں کیوں قید ہوتا؟ اگر ماروت اس کے حسن کا تھوڑا سا بھی بیان نہ کرتا۔

م: (نگفتے) کا فاعل ہاروت ہے ماروت نہیں۔ لہذا ترجمہ میں (اگر ماروت سے ..) ہونا چاہیئے۔ غالباً کاتب کی غلطی سے چھوٹ گیا ہے۔

(۱۶) صفہ ۵۴: بکام تا نہ رساند لبش مرا چوں نائے

نصیحت ہمہ عالم بگوش من باد است

ت: جب تک اس کے ہونٹ مجھے میرے مدعا تک، نے کی طرح نہ پہنچائینگے، تمام دنیا کی نصیحت میرے کان میں ایک ہوا ہے۔

م: (نے کی طرح) کو (نہ پہنچائینگے) کے بعد رکھنا چاہئے، ورنہ بات نہیں بنتی۔

(۱۷) صفہ ۶۲: مرا چوں اشک می اندازد از چشم — نگارینے کہ عالم را پناہ ہست

ت: میری آنکھوں سے آنسو کیوں بہاتا ہے؟ وہ معشوق، جو جہاں کے لئے پناہ ہے۔

م: ترجمہ میں سوالیہ اسلوب اختیار کرنے کی وجہ معلوم نہیں۔ کہنا تھا یوں ——

(مجھکو آنسو کے قطروں کی طرح آنکھوں سے گراتا ہے۔۔) (از چشم انداختن) کا محاورہ اصل معنی کے لحاظ سے (چشم انداز شدن) سے سمجھا جا سکتا ہے۔ فرق دونوں میں صرف تعدیہ و لزوم کا ہے۔

(۱۸) صفحہ ۸۶ : در تاب توبہ چند تواں سوخت ہمچو عود + مے دہ کہ عمر در سر سودائے خام رفت

ت: تیری تپش میں اگر کی طرح کب تک جلا جا سکتا ہے۔ الخ

م: توبہ کی آگ میں اگر کی طرح کب تک جلا جا سکتا ہے۔ اس کا مضمون اشعار سابق سے تعلق رکھتا ہے۔ ساقی بیار بادہ کہ ماہ صیام رفت درده قدح کہ موسم ناموس و نام رفت

وقت عزیز رفت بیا تا قضا کنیم عمرے کہ بے حضور صراحی و جام رفت

گویا رمضان کے احترام میں جو توبہ کی تھی اب اس کی تلافی میں شکست توبہ ضروری ہو گئی۔

(۱۹) صفحہ ۸۷: زیں قصہ ہفت گنبد افلاک پر صداست۔ کوتہ نظر ببیں کہ سخن مختصر گرفت

ت: اس قصہ سے آسمان کے ساتوں گنبد گونج رہے ہیں، کوتہ نظر کو دیکھ کہ اس نے مختصر بات سمجھ لی۔

م: شاعر کا مقصود واضح نہیں ہوا، یوں کہنا تھا (کوتہ نظر کو دیکھ کہ اس نے اس قصہ کو معمولی سمجھا۔

(۲۰) صفحہ ۹۱ : ہر کہ خاک درمیخانہ برخسارہ نہ رفت

م: ترجمہ میں رخسارہ سے صاف کی) کی جگہ (... صاف نہ کی) چاہیئے۔ کاتب کی غلطی ہے

(۲۱) صفحہ ۹۲ : چہ وقت مدرسہ و بحث کشف کشاف است

ت: مدرسہ اور تحقیق و کشاف کی بحث کا کیا وقت ہے۔

م: مدرسہ اور کشف و کشاف کی بحث کا کیا وقت ہے (کشف بھی کتاب کا نام ہے۔ اغلب یہ ہے کہ بزدوی کی کشف الاسرار مراد ہے۔ جو اصول فقہ کی معروف کتاب ہے اور درسیات کی صف اول میں کشاف زمخشری کی طرح شامل رہی ہے)۔

(۲۲) صفحہ ۱۱۴: چشم مخمور تو دارد زدلم قصد جگر ترک مست ست مگر میل کبابے دارد

ت: (مصرعۂ ثانی) تیرا مست ترک شاید کباب کی طرف میلان رکھتا ہے۔

م: دوسرے مصرعہ میں سکتہ ہے غالباً (ترک مست ست) کی تحریف ہے۔ مترجم کو اس پر انتباہ نہیں ہوا۔

(۲۳) صفحہ ۱۱۴: اگر نہ بادہ غم دل ز یاد ما ببرد

ت: اگر شراب دل کے غم کو ہماری یاد سے نہ بھلائے۔

م: (ہماری یاد سے) قطعاً دور از کار ہے۔ پہلے بھی گذر چکا ہے (نمبر ۸)

(۲۴) صفحہ ۱۲۶: بیفشاں جرعۂ بر خاک و حال اہل شوکت بین

ت: ایک گھونٹ زمین پر لنڈھا دے اور اہل دبدبہ کی حالت پر غور کر۔

م: خم کا لنڈھانا مستعمل ہے، گھونٹ کا لنڈھانا، نامانوس، یوں کہنا تھا۔ (ایک گھونٹ زمیں پر چھڑک دے) خود افشاندن کا تقاضہ یہی ہے۔

(۲۵) صفحہ ۱۳۱: چوں نافہ بسے خون دلم در جگر افتاد

م: نافہ کی بابت حاشیہ پر ملتا ہے۔ (نافہ ہرن کا خون ہے جو شکم کے ایک حصہ میں جمع ہو جاتا ہے) یہ تشریح بدون تاویل سمجھ میں نہیں آسکتی۔ خون افتادن در... خواجہ کی پسندیدہ تعبیر ہے جو اس مصرعہ میں ملتی ہے۔ ایک غزل میں یوں فرماتے ہیں

چہ خوں کہ در دلم افتاد ہمچو جام، و شد (ص ۱۹۵)

یا ان کی مشہور غزل میں ہے۔ چہ خوں افتاد در دلہا (ص ۲۹)

(۲۶) صفحہ ۱۳۱: بارِ غم او عرض بہر کس کہ نمودند عاجز شد و این قرعہ بنام بشر افتاد

م: خواجہ کے زبان زد شعر: آسمان بار امانت الخ (ص ۱۵۰) کا مفہوم یہاں بھی ادا ہوا ہے۔ دونوں کا ماخذ آیت شریفہ (انا عرضنا الامانۃ ــ الخ) ہے

(۲۷) صفحہ ۱۳۱: گر جان بدہد سنگ سیہ لعل نگردد با طینت اصلی چہ کند، بد گہر افتاد

ت: اگر کالا پتھر جان بھی دیدے تو لعل نہیں ہو سکتا۔ اصلی طبیعت کے مقابلہ میں بدگہر طبیعت [illegible]

م: (دوسرا مصرعہ) اپنی اصلی طبیعت کو کیا کرے جو اصلاً بد واقع ہوئی ہے۔

(۲۸) صفحہ ۱۳۲: پیش ازیں کاین سقف سبز و طاق مینا برکشید
منظر چشم مرا ابروے جاناں طاق بود

ت: اس سے پہلے کہ سبز چھت اور منقش طاق بنایا۔ میری آنکھ کا منظر معشوق کے ابرو کا طاق تھا۔

م: (منظر چشم) آنکھ کی پتلیوں کو کہتے ہیں، لہذا بہتر تھا یوں کہنا (میری آنکھ کی پتلیوں کے لئے معشوق کے ابرو کا طاق تھا)

(۲۹) صفحہ ۱۳۴: پاے خیال دوست مبادا کہ تر شود

م: کاتب کی غفلت سے (دوست) کا لفظ ترجمہ میں، چھوٹ گیا ہے

(۳۰) صفحہ ۱۳۵: کاں شوخ سر بریدہ بند زباں ندارد

م: ترجمہ میں (وہ) کاتب کی غلطی سے قلم انداز ہوگیا ہے

(۳۱) صفحہ ۱۳۵: مست است در حق او کس این گماں ندارد

م: ترجمہ میں (کوئی) کاتب کی غلطی سے چھوٹ گیا ہے۔

(۳۲) صفحہ ۱۳۷: کسے کو کشتہ رویت نباشد

م: ترجمہ میں (مجھے) کاتب کی غلطی ہے۔ قلمزد کیا جائے۔

(۳۳) صفحہ ۱۳۷: چو فندق بستہ اش خندد بحالم — چرا بادام من گریاں نباشد

ت: اس کا بستہ فندق کی طرح میرے حال پر مسکرا رہا ہے الخ حاشیہ پر لکھا ہے: فندق ایک سرخ پھل ہے، انگلیوں کو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے بستہ سے مراد منہ۔ الخ

م: حاشیہ نے بات اور الجھا دی۔ اصل بات یہ ہے کہ اس پھل کا مغز پستہ کی طرح ہوتا ہے۔ چوتھی صدی ہجری کا مشہور لغوی ابو منصور ازہری (م ۳۷۰ھ)

رقمطراز ہے: الفندق حمل شجرۃ مدحرج کالبندق یکسر عن لب کالفستق (المصباح المنیر ج ۲ ص ۷۱۲) محبوب کے لب کو پستہ جس طرح کہتے ہیں۔ فندق سے بھی تشبیہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ خود فارسی زبان کے لغت نویسوں نے بھی لکھا ہے اگرچہ انگلیوں کو اس سے تشبیہ دینا بھی معروف ہے۔ مگر یہاں پر حنائی انگلیوں کے کیا معنی! ترجمہ یوں ہونا چاہئے (اس کے پستہ جیسے لب میرے حال پر مسکرا رہے ہیں)

(۳۴) صفحہ ۱۴۱: قد ہمہ دلبران عالم در خدمت قامتت نگوں باد

ت: تمام عالم کے حسینوں کا قد تیرے قد کے حضور میں نیچا رہے۔

م: (نگوں) کا ترجمہ نہیں ہوا۔ یہ ترجمہ (پست) یا (کوتاہ) کا ہوا۔ صحیح یوں ہے (تیرے قد کے حضور میں جھکا رہے) خواجہ نے معاً بعد اسکی وضاحت فرما دی ہے

(ہر سرو کہ در چمن برآید پیش الف قدت چو نون باد

(۳۵) صفحہ ۱۴۳: چوں چنیں نیک ز سر رشتہ خود بیخبرم

آں مبادا کہ مددگاری فرصت نبود

ت: جبکہ میں بہت زیادہ اپنے انجام سے بے خبر ہوں، ایسا نہ ہو کہ فرصت کی مدد نہ ہو۔

م: (دوسرا مصرعہ) ایسا نہ ہو کہ مدد کرنے کی فرصت نہ ہو۔

(۳۶) صفحہ ۱۵۵: نصیحت کم کن و ما را بفریاد دف و نے بخش

کہ غیر از راستی نقشے دریں جوہر نمی گیرد

ت: نصیحت کم کر اور ہمیں دف و نے کی فریاد پر عنایت کر الخ

م: ۔۔ اور ہمیں دف و نے کی فریاد پر بخش دے۔

(باقی)